رشید اختر

مسلمان مؤرخین

(سلسلہ کے لیے دیکھیے ثقافت اکتوبر ۱۹۶۲ء)

ابومروان حیان

اندلس کے بڑے مورخین میں، ابن عبدربہ کے بعد ابومروان حیان نے بہت شہرت پائی ہے۔ وہ قرطبہ کے رہنے والے تھے۔ ابن عبدربہ کی طرح وہ بھی اموی موالی کی اولاد تھے۔ لیکن اپنے علم و فضل کے سبب اموی بادشاہوں کے پہلو میں جگہ پائی۔ اور محترم و معزز بنے۔

ابن خلکان نے ابوعلی الغسانی کا قول نقل کیا ہے کہ وہ بڑے عالم، ادب کا موجیں مارتا ہوا سمندر اور اندلس کی تاریخ کے علمبردار تھے۔ تاریخ میں ان سے بہتر کوئی دوسرا نہ تھا۔ وہ افصح الناس اور احسنہم نظماً تھے ابوعلی القالی کے ساتھی، شیخ ابوعمرو بن ابی الحباب النحوی اور ابوالعلا صاعد بن الحسن الالعی البغدادی کے شاگرد رشید تھے۔ ان سے انھوں نے "الفصوص" پڑھی اور حدیث کا سماع کیا۔ غسانی کا بیان ہے کہ ابومروان حیان بہت سچے اور دیانت دار مورخ تھے۔ انھوں نے اپنی کتاب تاریخ اندلس میں پوری دیانت سے کام لیا۔ کہیں کوئی جھوٹی بات بیان نہیں کی۔ اور کہیں تقوے کے دامن کو ہاتھ سے نہیں چھوڑا۔ ابن بشکوال نے اپنی کتاب "الصلۃ" میں اور ابوعبداللہ الحمیدی نے "جذوۃ المقتبس" میں ان کا ذکر خیر کیا ہے۔

"نفح الطیب" کے مصنف علامہ مقری نے اپنی کتاب کے دوسرے اور پہلے جزو میں ابومروان ابن حیان کی کتاب "المقتبس" سے بہت سی باتیں نقل کی ہیں۔ جابجا اس کے اقتباسات

دے کر اپنی کتاب کی منزلت بڑھائی ہے۔ المقتبس دس جلدوں میں ہے۔ اس کے چند اجزاء چھپ چکے ہیں۔ پوری کتاب ابھی تک نہیں چھپی۔ پہلے چند اجزا پنجاب یونیورسٹی لائبریری میں موجود ہیں۔

ابومروان حیان نے اندلس کے حالات پر المقتبس کے علاوہ "المبین" کے نام سے ایک بہت طویل اور ضخیم کتاب ساٹھ جلدوں میں لکھی تھی۔ افسوس یہ کتاب اب تک چھپ نہیں سکی ورنہ اندلس کی تاریخ پر ایک بہت بڑا ذخیرۂ معلومات ہم لوگوں کو مل جاتا۔

ابومروان ۳۷۷ھ میں پیدا ہوئے۔ ۴۶۹ھ میں انتقال فرمایا۔(۱)

ابن الفرضی

اندلس کی تاریخ میں ابن الفرضی ابوالولید بن محمد کبھی فراموش نہیں کیے جائیں گے اور ان کی کتاب تاریخ علمائے اندلس بھی ہمیشہ زندہ رہے گی۔ ابن خلکان کے بیان کی رو سے ابن الفرضی قرطبہ کے رہنے والے تھے۔ وہیں ۳۵۱ھ میں ان کی پیدائش ہوئی۔ حدیث، فقہ، علم الرجال اور ادب میں خوب نام پیدا کیا۔ پہلے اخبار شعراء الاندلس کے نام سے ایک کتاب لکھی پھر سارے علما کا تذکرہ مرتب کیا۔ علم کی خاطر اندلس سے نکل کر عراق آئے، حرمین پہنچے اور ہر جگہ کے علمائے سے سماع کیا۔ وہ اس سفر سے لوٹ کر اپنے شہر آئے تو بلنسیہ کی قضاۃ انھیں سونپی گئی۔

۴۰۳ھ میں قرطبہ کی ایک خانہ جنگی میں شہید ہوئے۔ تین دن تک ان کی نعش ان کے گھر ہی میں بے گور و کفن پڑی رہی۔ چوتھے دن دفن کر دی گئی۔ قرطبہ کا یہ سیاسی ابتلاء جس کا شکار ابن الفرضی ہوئے تاریخ اندلس کا ایک بڑا تاریک باب ہے۔ بربر نے جو اندلس

---

(۱) ابن خلکان جز اول ۱۵۳ھ ، ابن بشکوال "تذکرہ ابن حیان"، الحمیدی "جذوۃ المقتبس"،

کے پہلے فاتح تھے، فتح اول سے کوئی تین سو سال بعد اندلس کی اسلامی حکومت کا شیرازہ بکھیر ڈالا۔ انھوں نے قرطبہ کو جو اسلامی علوم وفنون کا سب سے بڑا مرکز تھا دھنی ہوئی روئی کی حیثیت دے دی۔ انھوں نے اس کے عظیم الشان محلات میں آگ لگادی اور ابن الفرضی جیسے یگانۂ روزگار علماء کو ان کے گھروں میں گھس کر ذبح کیا۔

ابن الفرضی اگر اس حادثہ کا شکار نہ ہوتے تو ان کی تصانیف ابو مروان حیان اور ابن بشکوال سے بھی بڑھ جاتیں۔ وہ اپنے زمانے کے ایک بڑے نقیب تھے، ایسے نقیب جنھیں بھولنے کی ہمت تاریخ میں نہیں ہوتی۔ ان کی دونوں تصانیف ہمارے ہاں موجود ہیں۔ اور اندلس پر بہترین ماخذ کا کام دیتی ہیں"(۱)۔

ابن الجوزی

ابو الفرج عبد الرحمٰن بن ابی الحسن علی ابن الجوزی(۲) علامۂ عصر اور امام وقت تھے۔ بغداد میں یوں تو بڑی بڑی شخصیتیں پیدا ہوئیں لیکن ابن الجوزی کے زمانہ میں کوئی شخصیت ان سے بڑی نہ تھی۔ ۵۰۸ھ یا ۵۱۰ھ میں پیدا ہوئے۔ وقت کے علماء سے علم سیکھا اور پھر کچھ ایسی شہرت پائی اور ایسا کمال حاصل کیا کہ وقت کا کوئی معلم ان سے بازی نہ لے جاسکا۔

الذہبی کا بیان ہے کہ وہ بغداد کے سب سے بڑے واعظ تھے۔ وہ جب وعظ کہتے تو ان کے وعظ میں خلیفۂ وقت، وزراء، عقلائے زمانہ اور امراء شریک ہوتے اور ایک ایک لاکھ کا مجمع ہوتا۔ ابن خلکان اور ذہبی نے ان کی ذہانت کی بہت تعریف کی ہے اور ایک مثال دی ہے کہ ایک بار شیعہ اور سُنّی دونوں میں فضیلت ابوبکرؓ وعلیؓ پر خوب جھگڑا ہوا۔ اور فیصلہ کے لیے ان کے پاس آئے۔ انھوں نے جواب میں ایک مختصر سی بات کہہ دی اور دونوں اپنی اپنی جگہ خوش ہو گئے۔ انھوں نے فرمایا: "افضلهما من كانت ابنته تحته" اس سے سُنّی سمجھے کہ حضرت

---

(۱) ابن خلکان جزء ۲ ص ۲۹۰، ۲۹۱ (۲) ابن خلکان جزء ۲ (۳) الذہبی تذکرہ جزء ۴ ص ۱۳۹

ابوبکر صدیقؓ افضل ہیں کیونکہ ان کی بیٹی حضرت عائشہؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں تھیں۔ شیعہ نے اس جملہ کا مفہوم یہ لیا کہ حضرت فاطمہؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے نکاح میں تھیں۔ مگر ابن الجوزی کی شہرت کا باعث ان کی ذہانت نہیں، ان کا علم وفضل تھا۔ انھوں نے آپ کئی بار اس کا اعلان کیا تھا کہ انھوں نے دو ہزار جلدیں اپنے ہاتھ سے لکھیں۔ ایک لاکھ افراد نے ان کے ذریعہ گناہوں سے توبہ کی۔ اور بیس ہزار کفار نے ان کے ہاتھ پر قبول اسلام کیا۔"[1]

تعجب ہوتا ہے کہ ابن الجوزی وعظ کی مصروفیتوں کے ساتھ ساتھ تصنیف وتالیف کے لیے کیسے اتنا وقت نکال سکتے تھے کہ ہر بڑے موضوع پر المنتظم جیسی کتابیں لکھ ڈالیں۔ ہماری طرح الذہبی نے ان کی تصانیف دیکھ کر حیرت ظاہر کی ہے۔ فرماتے ہیں:

وما علمت احداً من العلماء صنف ما صنف هذا الرجل[2] — مجھے علماء میں سے کسی اور ایسے شخص کا علم نہیں ہے جس نے اتنی تصانیف کی ہوں۔

الذہبی کی حیرت بجا تھی اس لیے کہ ان کے زمانہ میں ابن الجوزی کی تصانیف محفوظ صورت میں ان کے سامنے موجود تھیں۔ ہمیں یہ سعادت نصیب نہیں ہوئی کہ ہم ابن الجوزی کی ساری تصانیف دیکھ سکتے۔ البتہ ابن الجوزی کی جو تصانیف اب تک چھپ سکی ہیں ان میں سے حسب ذیل ہم دیکھ سکے ہیں:

(۱) المصفّٰی (۲ جلد، مطبوعہ مصر) (۲) مناقب الحسن (ایک جلد، مطبوعہ مصر) (۳) المنتظم (دس جلدوں میں سے آخری پانچ جلدیں حیدرآباد میں ۱۳۶۰ھ میں چھپیں) (۴) مناقب الشافعی (ایک جلد) (۵) الصفوۃ الصفوۃ (چار جلدوں میں) یہ کتاب بھی حیدرآباد دکن سے چھپی (۶) مناقب عمرؒ بن عبدالعزیز (ایک جلد، مصر) (۷) مناقب احمد (ایک جلد) مصر سے چھپی ہے۔

---

(۱) الذہبی تذکرۃ الحفاظ جزء ۴ ص ۱۲۸ (۲) الذہبی تذکرۃ الحفاظ جزء ۴ ص ۱۳۷۔

(۸) مناقب عمرؓ (ایک جلد، مصر)۔

المنتظم یوں تو تاریخ کی ایک جید کتاب ہے۔ یقیناً اس میں ہر سال کے اہم کوائف تواتر و تسلسل کے ساتھ بیان کیے گئے ہیں لیکن چونکہ اس میں تاریخی واقعات کی نسبت رجال سے زیادہ بحث کی گئی ہے اس لیے اسے تاریخ کی بجائے تاریخ رجال میں جگہ ملنی چاہیے۔ "المنتظم" کی طرح "الصفوہ" بھی رجال ہی سے متعلق ہے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ابن الجوزی کی یہ دونو تالیفیں بڑی اہمیت رکھتی ہیں۔ خاص طور پر اس لیے کہ انھوں نے شروع سے لے کر اپنے زمانہ تک کہ بڑے علماء میں سے کسی کو نہیں چھوڑا۔ گو انھوں نے ضرورت سے زیادہ اختصار سے کام لیا ہے لیکن ان کے تذکرہ میں بڑی جامعیت ہے۔

امام ابن الجوزی کی تیسری کتاب مناقب احمد اس لحاظ سے پہلی دونوں کتابوں سے اپنے صغر حجم کے باوجود زیادہ اہمیت رکھتی ہے کہ انھوں نے اس بڑے امام پر اس وقت ایک مستقل تصنیف کی جب کوئی دوسری مستقل تصنیف موجود نہ تھی۔

الذہبی کے بیان کی رو سے ابن الجوزی نے حضرت امام احمد بن حنبلؒ کے مناقب کے علاوہ مناقب الصدیقؓ (ایک جلد)، مناقب علیؓ (ایک جلد)، مناقب عمرؓ بن عبدالعزیز (ایک جلد)، مناقب شافعی (ایک جلد)، مناقب الثوری (۲ جز) بھی تصنیف کیں۔ مناقب عمرؓ بن عبدالعزیز بھی چھپ چکی ہے اور مناقب الشافعی بھی۔

یہ تاریخ کی کتابیں ہیں۔ ان کے علاوہ امام ابن الجوزی نے حسب ذیل کتابیں تصنیف کی تھیں:

کتاب المغنی فی علوم القرآن (یہ بہت بڑی کتاب ہے)۔ کتاب زاد المسیر (چار جلدیں)۔ تذکرۃ الاریب (الوجوہ والنظائر، فی اللغۃ۔ فنون الافنان (ایک جلد)۔ جامع المسانید (سات جلدیں)۔ الحدائق۔ نفی النقل۔ عیون الحکایات (۲ جلدیں)۔ التحقیق (۲ جلدیں) مشکل الصحاح (چار جلدیں)۔ الموضوعات (۲ جلدیں)۔ الواہیات (۳ جلدیں)۔ الضعفاء (ایک جلد)۔ تلقیح

(ایک جلد)۔ المذہب فی المذہب (ایک جلد) ۔ الانتصاف (ایک جلد) ۔ الدلائل (۲ جلد)۔ المواقیت (ایک جلد)۔ نسیم السحر (ایک جلد)۔ المنتخب (ایک جلد)۔ المدلیش (ایک جلد)۔ اخبار الاخبار (ایک جلد)۔ اخبار النساء (ایک جلد)۔ مسیر العزم (ایک جلد)۔ المعتضد (ایک جلد)۔ ذم الھویٰ (ایک جلد)۔ تلبیس ابلیس (ایک جلد)۔ یہ کتاب بھی چھپ چکی ہے۔ صید الخاطر (۳ جلد)۔ الاذکیا (ایک جلد)۔ المتحلقین (ایک جلد)۔ نقح الطیب (ایک جلد) صیا نجد (ایک جلد)۔ ایک المزعج (ایک جلد)۔ المطرب (ایک جلد)۔ سلوان الاحزان (ایک جلد) منہاج القاصدین (۲ جلد)۔ الوفا بفضائل المصطفےٰ (۲ جلدیں)۔

الذہبی نے ان کتابوں کے علاوہ فنونِ ابن عقیل کی پندرہ جلدوں کا ذکر بھی کیا ہے اور طب کی ایک کتاب بھی گنوائی ہے[1]۔

یہ فہرست پڑھ لینے کے بعد کون ایسا شخص ہے جو ابن الجوزی کی عظمت اور بزرگی سے انکار کر سکے۔ خصوصیت سے انھوں نے تاریخ پر تو بہت احسان فرمایا۔ اور اتنی ساری کتابیں لکھ ڈالیں۔

۵۹۷ھ میں انتقال فرمایا۔ اور باب الحرب کے مقبرہ میں دفن کیے گیے۔

السمعانی

تاج الاسلام ابوسعد عبدالکریم السمعانی بھی ہمارے ان بڑے مؤرخین میں سے ہیں جن کے سبب ہمارے تاریخی سرمایہ میں بے بہا اضافہ ہوا۔ ابن خلکان کے بیان کے مطابق انھوں نے تین عظیم الشان تصانیف کیں۔ ان میں سے پہلی تذییل تاریخ بغداد تھی۔ یہ پندرہ جلدوں میں تھی اور اس میں حضرت سمعانی نے ان تمام بڑی شخصیتوں کے حالات لکھے تھے جو الخطیب سے رہ گئے تھے۔ یا جہاں الخطیب نے اختصار برتا۔ ان کی دوسری تصنیف تاریخ مرد

---

(۱) الذہبی تذکرۃ الحفاظ جزء ۴ ص ۱۳۶، ۱۳۷۔

پہلی تاریخ سے بھی اہم تھی۔ یہ بیس جلدوں میں تھی اور اس میں مرو کے تمام اکابر کے حالات پوری وضاحت کے ساتھ بیان کیے گئے تھے۔ السمعانی کی سب سے بڑی معرکۃ الآرا تصنیف "الانساب" ہے جو اصل میں آٹھ جلدوں میں تھی مگر بعد میں اس کا خلاصہ تین جلدوں میں عزالدین نے کیا[۱]۔ یہ خلاصہ بہت مقبول ہوا اور السمعانی کی شہرت اس کے سبب خوب پھیل چکی ہے۔

السمعانی چھٹی صدی ہجری کے بہت بڑے مؤرخ تھے۔ ایک مؤرخ کی حیثیت سے وہ ابن الجوزی سے بھی بڑھے ہوئے تھے۔ ان کا حافظہ غیر معمولی تھا یہی وجہ تھی کہ وہ کوئی روایت غلط نہ لکھتے اور نہ کسی روایت یا سند میں کوئی اضافہ کرتے۔ الذہبی کے قول کے مطابق ان کو یہ دولت ورثہ میں ملی تھی۔ ان کے والد ابوبکر السمعانی نے بے مثال حافظہ پایا تھا۔ ان کے بعض مخالفین نے ان پر جرح کی تھی کہ وہ اسناد وقتی طور پر آپ تیار کر لیتے ہیں۔ اس کے جواب میں انھوں نے ان سے کہا میرے حافظہ کا امتحان جس طرح چاہو لے لو۔ لوگوں نے مختلف اسناد کے غلط ملط کے بعد پرچہ امتحان تیار کیا اور السمعانی نے اپنے حافظہ کی مدد سے ایک ایک راوی کو الگ الگ کیا۔ انھیں ان کی اسناد میں جگہ دی اور پھر ساری صحیح اسانید اور متون سنا دیے۔ اس امتحان نے انھیں غیر معمولی ہر دلعزیزی عطا کر دی اور وہ یگانۂ روزگار محدث تسلیم کر لیے گئے[۲]۔

ابن خلکان کے بیان کی رو سے ابوسعد ۵۰۶ھ میں مرو میں پیدا ہوئے تھے۔ انھوں نے علم کی خاطر ماوراء النہر، پورے خراسان، قومس، رے، اصبہان، ہمدان، بلاد الجبال، عراق، حجاز، موصل، جزیرہ، اور شام کے ان تمام مراکز کا کئی کئی بار سفر اختیار کیا جہاں بڑے بڑے علما تعلیم دیتے۔ انھوں نے چار ہزار شیوخ سے حدیث سنی، اور اس طرح حدیث و تاریخ میں اتنی معلومات جمع کیں جن پر ان کے زمانہ کے کسی عالم کو عبور نصیب نہ ہوا تھا[۳]۔

الذہبی نے ابن النجار کی روایت نقل کی ہے۔ کہ السمعانی کے اساتذہ سات ہزار تھے[۴]۔

---

(۱) ابن خلکان جز ۳، ص ۲۷۹ (۲) الذہبی تذکرہ جز ۴ ص ۴۴۶ (۳) ابن خلکان جز ۲ ص ۳۷۹ (۴) الذہبی جز ۴ ص ۱۱۱

ابن النجار کے بیان کے مطابق ابوسعد السمعانی نے "الانساب"، "تاریخ مرو"، اور "الذیل علی تاریخ الخطیب" کے علاوہ حسب ذیل کتابیں تصنیف کی تھیں:

ادب الطلب - الاسفار عن الاسفار - الاملاء و الاستملاء - معجم البلدان - معجم الشیوخ - تحفۃ المسافرہ - الهدایۃ - عز العزلۃ - الادب واستعمال الحسب - المناسک - الدعوات النبویۃ - غسل الیدین - افانین النسائیین - دخول الحمام - تحفۃ العید - التعبیر فی المعجم الکبیر - مقام العلماء بین یدی الامراء - فوائد المعائد۔

ان کے علاوہ انھوں نے کچھ اور کتابیں بھی لکھی تھیں۔ لیکن ان کی کتاب الانساب کے سوا کوئی دوسری کتاب اب تک چھپ نہیں سکی۔

آپ نے ۵۶۲ھ ہجری میں انتقال فرمایا اور مرو میں دفن ہوئے۔

ابن اثیر

عز الدین علی بن محمد ابن اثیر الجزری صاحب "الکامل ابن اثیر" طبری کے بعد دوسرے بڑے مورخ ہیں، جنھوں نے انتہائی قبول عام کی دولت سمیٹی ہے۔ ان کی کتاب "الکامل ابن اثیر" طبری کے بعد دوسرے درجہ کی بڑی تاریخ سمجھی جاتی ہے۔

مؤرخ ابن خلکان ان کے شاگرد تھے۔ گو انھوں نے بہت تھوڑے دن ان سے پڑھا لیکن پھر بھی انھوں نے یہ شرف پانے پر فخر کا اظہار کیا ہے۔ ابن خلکان فرماتے ہیں، ان کے والد اور عز الدین ابن اثیر میں دوستانہ تھا۔ اتفاق کی بات ہے جب ۶۲۶ھ کے آخر میں ابن خلکان حلب تشریف لے گئے تو وہاں عز الدین ابن اثیر الشہاب الدین الطواشی کے ہاں مہمان تھے۔ وہاں ابن خلکان پہلی بار ان سے ملے۔ الطواشی ابن اثیر کے بہت مرید تھے۔ اور ان کا حد درجہ احترام کرتے۔ ابن خلکان نے بھی ابن اثیر کو ایک بڑا آدمی پایا، اور ان سے بہت متاثر ہوئے۔ یہ بڑے آدمی دراصل جزیرہ ابن عمر کے رہنے والے تھے۔ وہیں ۵۵۵ھ میں پیدا ہوئے۔ وہیں پڑھے، جوان ہوتے اور اپنے والد اور بھائیوں کے ساتھ موصل

تشریف لے گئے اور وہاں مقیم ہو گئے۔ وہاں کے بڑے علمائے حدیث سے سماع کیا۔ پھر بغداد پہنچے۔ وہاں سے واپس تشریف لے گئے اور وہاں کے اساتذہ حدیث سے بھی حدیث پڑھی۔ شام اور قدس بھی جانا ہوا۔ وہاں کے اساتذہ سے بھی کسب فیض کیا۔ لوٹ کر موصل آئے اور تصنیف و تالیف کے کام میں لگ گئے۔

ابن خلکان اور الذہبی کے الفاظ میں وہ امام فی حفظ الحدیث اور حافظاً للتواریخ المقدمۃ والمتاخرۃ تھے۔ انساب العرب اور ایام العرب میں بھی پوری واقفیت حاصل تھی۔ موصل میں ان کا گھر علماء اور افاضل کا ملجا و ماویٰ تھا۔ ہر جگہ کے علماء ان کے ہاں آتے اور مہمان ہوتے۔[1]

موصل کے دوران قیام ہی میں انھوں نے اپنی مشہور عالم کتاب "الکامل" تصنیف کی۔ یہ کتاب بڑی تقطیع کے بارہ اجزا پر مشتمل ہے۔ اور اس میں شروع زمانہ تاریخ سے لے کر ۶۲۸ھ تک کے حالات و کوائف بڑی تحقیق سے تحریر فرمائے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ مصنف علام کو کہیں کہیں بعض ایسی روایات پر بھی انحصار کرنا پڑا جن کی حیثیت محض افسانہ کی تھی۔ مثلاً انھوں نے موسیٰ بن نصیر فاتح افریقہ و اندلس کے حالات اور فتح اندلس کی کیفیت لکھتے وقت بعض ان روایتوں کو حجت مانا ہے جو تحقیق کی کسوٹی پر پوری نہیں اترتیں۔ انھوں نے موسیٰ اور طارق کی باہمی رنجش کے باب میں وہی افسانے دہرا دیے ہیں جو بعض امویوں کے وضع کردہ تھے۔ پھر انھوں نے موسیٰ کے جلیقیہ پر حملے اور وادی الصغرہ پر یلغار کا ذکر کرتے وقت جس بت کا قصہ لکھا ہے وہ بھی ایک افسانہ سے زیادہ حقیقت نہیں رکھتا۔ اتنی بڑی تاریخ میں ایسی لغزشوں کا ہونا کوئی بعید از قیاس امر نہیں ہے۔ یوں احادیث کے لحاظ سے مورخین نے "الکامل" کو الطبری کے بعد رکھا ہے۔ ابن خلدون بھی بڑے مؤرخ ہیں مگر عوام میں الطبری اور ابن اثیر

---

(۱) ابن خلکان جزو ۳، ص ۴۴۳

جیسی ہر دلعزیزی نہیں پا سکے۔ الکامل پہلی بار علامہ تورنبرغ کی محنت سے لیڈن سے ۱۸۵۱ء میں طبع ہوئی۔ یہ ایڈیشن چودہ حصوں میں چھپا تھا۔ دوبارہ یہ لائپزگ سے ۱۸۷۶ء میں چھاپی گئی۔ پھر بولاق میں ۱۲۹۰ھ اور القاہرہ میں ۱۳۰۳ھ میں طبع ہوئی۔ یہ بارہ حصوں پر مشتمل تھی۔ القاہرہ کا آخری ایڈیشن بھی بارہ اجزا میں ہے اور ہمارے ہاں کے اکثر کتب خانوں میں موجود ہے۔

۲۔ اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ مصنفِ علام کی ایک اور معرکۃ الآرا تصنیف ہے جو مصر سے ۵ اجزا میں ۱۲۸۶ھ میں طبع ہوئی۔

۳۔ اللباب فی انساب العرب ابن اثیر کی ایک تیسری تصنیف ہے جو "الانساب" کا اختصار ہے۔ ابن خلکان کا بیان ہے کہ ابن اثیر نے الانساب کا بڑا عمدہ اختصار کیا۔ اس میں کئی باتیں بڑھائیں۔ کئی غلطیاں درست کیں۔ اور کئی ابہامات واضح کیے۔ یہ کتاب بھی چھپ چکی ہے۔ اسے علامہ وشتنفیلڈ المانی نے ۱۸۳۵ھ میں بڑی محنت سے چھاپا تھا۔

۴۔ تاریخ الدولۃ الاتابکیۃ۔ یہ ابن کثیر کی چوتھی بڑی تصنیف ہے جو یوں تو موصل کے بادشاہوں کے حالات پر مشتمل ہے لیکن اس میں حروب صلیبیہ پر بڑی وضاحت سے گفتگو کی گئی ہے۔ اس کتاب کے کچھ اجزا فرانسیسی ترجمہ کے ساتھ پیرس سے علامہ دی لجیس اور علامہ رنیود نے ۱۸۲۹ھ میں چھاپے۔

۶۳۰ھ میں انتقال فرمایا۔ موصل میں دفن ہوئے۔

ابن النجار

ابو عبد اللہ محمد بن محمود ابن النجار محب الدین چھٹی صدی ہجری کے جلیل القدر مؤرخ تھے۔ ۵۷۸ھ ہجری میں پیدا ہوئے۔ دس سال کی عمر میں سماع شروع کیا۔ علم کی خاطر بڑے لمبے سفر کیے۔ اصبہان، نیشاپور، دمشق، مصر اور دوسرے علمی مراکز کے بڑے اساتذہ سے علم پڑھا اور اپنی صلاحیتوں کے سبب اعیان زمانہ میں ممتاز ہوئے۔

الذہبی نے انھیں مؤرخ عصر کا خطاب دیا ہے اور حق بات یہ ہے کہ مؤرخ عصر ہی

تھے۔ اور نہ صرف مؤرخ ہی تھے، اسماء الرجال کے علم پر غیر معمولی عبور حاصل تھا۔ الخطیب کی تاریخ بغداد پر ذیل لکھی جو تین سو اجزا پر مشتمل تھی۔ اس کے علاوہ کتاب "القمر المنیر فی المسند الکبیر" کے عنوان سے ایک ضخیم کتاب مرتب کی جس میں ہر صحابی کے حالات اور اس کی روایت کی ہوئی احادیث کا ذکر کیا۔ ان کی دوسری اہم تصانیف کے نام یہ تھے:

(۱) کتاب انساب المحدثین۔ یہ بھی تاریخ کی کتاب ہے۔ (۲) کتاب الصوالی (۳) کتاب المعجم۔ یہ بھی تاریخ کی کتاب ہے۔

(۴) کتاب جنۃ الناظر یہ تصنیف بھی تاریخ کی کتاب ہے جس میں تابعین کے حالات بیان فرمائے ہیں۔

(۵) کتاب الکمال فی الرجال، یہ بھی تاریخ کی کتاب ہے۔

(۶) الدرر الثمینۃ فی اخبار المدینۃ (تاریخ)۔

(۷) کتاب روضۃ الاولیاء مسجد ایلیاء، یہ سیرت کی کتاب ہے۔

(۸) کتاب نزہتہ الوریٰ فی ذکر ام القریٰ، (تاریخ)۔

(۹) کتاب مناقب الشافعی، (تاریخ)۔

الذہبی کا بیان ہے کہ انھوں نے "ذیل التاریخ" پڑھی۔ یہ سولہ اجزا میں تھی، اور یہ ہی ان کی سب سے بڑی تصنیف ہے۔ بغداد سے چھپ چکی ہے۔

ابن خلکان

ابوالعباس شمس الدین، قاضی القضاۃ احمد بن محمد ابن خلکان کو تاریخ سے دلچسپی رکھنے والا کون شخص نہیں جانتا۔ ان کی تاریخ ابن خلکان تاریخ کے ان گراں قدر سرمایوں میں سے ہے جنھیں غیر معمولی شہرت و مقبولیت نصیب ہوئی۔

۶۰۸ھ کے جمعرات کو شام کے قریب اربل میں پیدا ہوئے۔ ۶۲۱ھ ہجری میں وہ اس قابل ہو گئے تھے کہ حدیث کی بڑی کتابوں مثلاً صحیح بخاری کا سماع کیا۔ انھوں نے صحیح

بخاری کے سماع کا ذکر ابو الوقت عبدالاول السنجری کے تذکرہ میں خود کیا ہے۔ فرماتے ہیں میں نے شیخ صالح ابو جعفر سے ۶۲۱ھ ہجری میں صحیح بخاری کا سماع کیا[1]۔ فقہ انھوں نے موصل کے کمال الدین بن یوسف سے اور حلب کے قاضی بہاء الدین سے پڑھی۔ اور نحو ابو البقاء اور ابن الصلاح سے سنی[2]۔ یہ سارے کے سارے علماء اپنے وقت کے بڑے فاضل تھے۔ ان کے اپنے والد محمد بہت بڑے عالم صاحب اور اربل کے مدرسہ الملک المعظم کے صدر تھے۔ ابن خلکان کی عمر اس وقت گو بہت چھوٹی تھی جب ان کے والد پڑھایا کرتے لیکن پھر بھی وہ والد کے "دروس" میں شامل ہوا کرتے تھے[3]۔

ابن خلکان نے اپنے اساتذہ میں مشہور علامہ ابن الحاجب، علامہ زکی الدین اور حافظ ابوالقاسم کا ذکر بھی کیا ہے۔ ابن الصلاح سے وہ غالباً سب سے زیادہ متاثر تھے اور حقیقت یہ ہے کہ یہ تاثر صحیح بھی تھا۔ ابن الصلاح اپنے وقت کے یگانہ و فرد عالم تھے[4]۔

ابن کثیر نے اپنی کتاب البدایۃ والنہایۃ میں اکابر علماء میں ان کا شمار کیا ہے سیوطی نے بھی انھیں بہت بڑا عالم مانا ہے۔ تحصیل علم سے فراغت کے بعد اربل کے مدرسہ میں کچھ دنوں تعلیم و تدریس کا کام بھی کیا۔ پھر مصر کے نائب قاضی مقرر ہوئے۔ دس سال تک دمشق کے قاضی القضاۃ رہے اور خلق خدا کو خوب فیض پہنچایا۔ اسی زمانہ میں ابن الحاجب سے بھی ملے، اور ان سے نحو کے کئی مسائل پر گفتگو کی۔

ان کا خاندان چونکہ بہت ممتاز خاندان تھا اس لیے بادشاہ وقت سے خوب قرب نصیب ہوا۔ آخر میں کسی وجہ سے دمشق کے عہدۂ قاضی القضاۃ سے معزول ہوئے اور

---

(۱) ابن خلکان جز ۲ ص ۳۹۲ (۲) ابن خلکان جز ۲ ص ۴۰۸ (۳) ابن خلکان ص ۹۰ مفتاح السعادۃ جلد ۱ ص ۲۰۹ (۴) البدایۃ جز ۱۴ سیوطی حسن المحاضرہ جلد اول ص ۲۸۶، روضات الجنات جلد اول ص ۸۷، اتحاف النبلا ص ۲۳۱، الذہبی فوات الوفیات جلد اول ص ۲۸۶، طبقات السبکی جلد ص ۲۸۶۔

گوشہ نشینی اختیار کر لی۔ سات سال تک خانہ نشین رہے۔ سات سال کے بعد پھر اسی عہدۂ جلیلہ پر فائز ہوئے۔ ۶۸۱ھ ہجری میں انتقال فرمایا۔ الذہبی ان کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں: "وہ امام فاضل، حسن الفتاویٰ، عارفاً بالمذہب، بصیر بالعربیۃ، علامۃ فی الادب والشعر و ایام الناس اور کثیر الاطلاع تھے۔"

ان کی کتاب تاریخ ابن خلکان، ان کی فضیلت علمی اور عظمت کی ایک نادرِ روزگار زندہ مثال ہے۔ اس کتاب پر انھوں نے بڑی محنت کی تھی۔ خود کتاب کے دیباچہ میں فرماتے ہیں کہ میں ایک مدت تک اس موضوع پر مواد بہم پہنچاتا رہا یہاں تک کہ میرے پاس مسودات کا ڈھیر لگ گیا۔ اور میں نے انھیں ترتیب دینے کا کام شروع کیا۔ میں نے اسے حروف المعجم پر مرتب کیا ہے کیونکہ یہ سنین کی نسبت زیادہ سہل تھا۔ میں نے ہمزہ سے شروع ہونے والے ناموں کو پہلے لیا ہے۔ اور پھر ان اسمار کو جگہ دی ہے جن کا دوسرا حرف (ب) تھا۔ اسی وجہ سے ابراہیم کو احمد پر مقدم رکھا ہے۔

میں نے اس کتاب میں صحابہ اور تابعین میں سے بہت تھوڑے بزرگوں کا ذکر کیا ہے۔ اسی طرح خلفاء میں سے بھی بہت تھوڑے زیر بحث لایا ہوں کیونکہ ان کے حالات میں بہت کافی کتابیں تصنیف ہو چکی ہیں۔ میں نے اپنی اس تالیف میں کسی ایک طبقہ کے ساتھ خصوص نہیں برتا۔ بلکہ ہر اس بزرگ کا ذکر کیا ہے جسے لوگوں میں کسی نہ کسی حیثیت سے شہرت ملی۔ میں نے طوالت سے کام نہیں لیا اور نہ زیادہ اختصار ہی برتا ہے۔ میں نے ان کی وفات اور مولد کا ذکر بھی کیا ہے۔ اور نسب بھی بیان کر دیا ہے۔ اور ان کی خصوصیات بھی گنوا دی ہیں۔

ابن خلکان نے اپنی اس کتاب میں پچھلی کتابوں سے یقیناً مدد لی۔ اس کے ساتھ ساتھ انھوں نے اپنے بڑے شیوخ سے جو باتیں سنیں انھیں بھی شامل کر دیا۔ البتہ اپنے زمانہ کے شیوخ کے حالات اپنی معلومات کی بناء پر لکھے اور یہ امر واقعہ ہے کہ انھوں نے کہیں کسی موقعہ

بہ دیانت کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑا۔ یہی وجہ ہے کہ ابن خلکان کو علماء میں بڑی ہر دلعزیزی نصیب ہوئی۔ یہ کتاب اس وقت تک چھ بار چھپ چکی ہے اور عجیب بات ہے کہ ہماری دوسری بڑی مصنفات کی طرح اسے بھی پہلے پہل بڑے مستشرقین نے چھاپا۔ اور ایک بار نہیں کئی بار چھاپا۔

اس کا سب سے پہلا ایڈیشن پیرس سے ۱۸۳۸ء میں چھپا۔ بارون ماک کوکین ولیسلان نے اس ایڈیشن پر بہت محنت کی تھی۔ دوسری بار یہ کتاب بولاق ہی سے چھپی چوتھی بار یہ کتاب مصر سے مطبع الوطن نے ۱۲۹۹ھ ہجری میں چھاپی۔ پانچویں بار اس پر سب سے زیادہ توجہ کی گئی اور دار المامون نے اسے بڑی نفاست و محنت سے بیس اجزا میں طبع کیا ہے۔ اس کی آخری چھاپ المکتبۃ النہضۃ بالقاہرہ کی ہے۔ محمد محی الدین عبد الحمید نے اس کا اہتمام کیا ہے۔ اور حق یہ ہے کہ یہ چھاپ پچھلی تمام چھاپوں سے بازی لے گئی ہے۔ مرتب نے اسے چھ حصوں پر بانٹا ہے اور ہر حصہ کی فہرست الگ الگ مرتب کی ہے۔ اس کے علاوہ اس نے پہلی صدی، دوسری صدی، تیسری صدی، چوتھی صدی، پانچویں صدی، چھٹی صدی اور ساتویں صدی ہجری کے بڑے لوگوں کی فہرستیں بھی مرتب کی ہیں۔ اور اس طرح اس کتاب کو بہت مفید بنا دیا ہے۔

اسلام کا نظریۂ تاریخ

مصنف ——— مولانا محمد مظہر الدین صدیقی

قیمت ——— ۳/۵۰ روپے

سیکریٹری ادارۂ ثقافت اسلامیہ۔ کلب روڈ۔ لاہور